Yashoda Girls' Arts & Commerce College, Nagpur

Department of Urdu

Assignment

Session: 2021 – 2022

YASHODA GIRLS ARTS & COMMERCE COLLEGE

SNEH NAGAR NAGPUR

ASSIGNMENT

NAME	Saima Afreen
TOPIC	Munshi premchand OR Saadat Hasan Manto
ROLL NO	
SUBJECT	urdu compulsory
GROUP	
CLASS	B.A. part II semester III
DATE	23/10/2021 (2021-22
SUB TEACHAR :- Zarina Salim	

PRINCIPAL SIGNATURE

Principal
Yashoda Girls Arts & Commerce
College, Sneh Nagar, Nagpur-15

SEAL

منشی پریم چند

پریم چند کی حالات زندگی :-

پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے ہے لیکن وہ پریم چند کے لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ ۱۸۸۰ء میں بنارس کے قریب ایک گاؤں پانڈے پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد منشی عجائب لال ڈاک کے محکمہ میں کلرک تھے۔ پریم چند آٹھ سال کے تھے کہ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ماں کی موت کے بعد دادی نے ان کی پرورش کی لیکن بہت جلد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اسی دوران ان کے والد نے دوسری شادی کرلی اور وہ باپ کی محبت سے بھی کسی حد تک محروم ہوگئے۔ وہ باپ کی ~~محبت~~ ان حادثوں کا ان کی شخصیت پر گہرا اثر پڑا۔ جب وہ پندرہ سال کے ہوئے تو ان کے باپ نے ان کی شادی کردی۔ اس وقت وہ نویں درجے میں پڑھتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے والد کا بھی انتقال ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں انٹرنس پاس کرنے کے بعد اپنی تعلیم کو خیرباد کہنا پڑا۔ انھوں نے پرائمری اسکول میں نوکری کرلی۔ ۱۹۲۱ء میں جب مہاتما گاندھی نے تحریک عدم تعاون شروع کی تو پریم چند نے بھی اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی ساری زندگی تصنیف و تالیف کے کاموں میں صرف کردی۔ آخرکار ۱۹۳۶ء میں انھوں نے وفات پائی۔

پریم چند نے بے شمار افسانے اور ناول لکھے۔ سچ پوچھئے تو اردو میں انہوں نے مختصر افسانے کو ایک معیاری شکل عطا کی۔ ان کے افسانوں کے مجموعوں میں واردات، پریم پچیسی، پریم بتیسی اور زادِ راہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے ناولوں میں چوگانِ ہستی، میدانِ عمل، بیوہ، گئودان گوشۂ عافیت، نرملا اور غبن اردو ادب میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

پریم چند کے ناول اور افسانے اپنی بے مثل حقیقت نگاری کی وجہ سے انفرادیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے کسانوں کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور اسے بڑی سچائی سے پیش کیا۔ ان کے افسانوں کا مخزن دیہات ہے۔ ہندوستانی کسان اپنی پوری شخصیت کے ساتھ پریم چند کی تصانیف میں نظر آتا ہے۔ اس کے اندر اس کی کمزوریاں بھی ہیں اور طاقت بھی۔ پریم چند وہ جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی اپنے الفاظ میں بیان کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ حقیقت و اصلیت، واقعات کی بناوٹ یا رنگینی میں پوشیدہ نہیں ہونے پاتی۔ وہ قصے کو اپنی فطری راستے پر چلنے دیتے ہیں اور اسے بلاوجہ پیچیدہ نہیں بناتے۔

پریم چند کی نثر سادہ اور سلیس ہوتی ہے انہیں زبان پر غیر معمولی قدرت حاصل ہے۔ وہ ہندی اور فارسی زبانوں کے الفاظ موقع و محل کی مناسبت سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ اپنے اندازِ بیان سے اپنے قصے کو اتنا دلکش بنا دیتے ہیں کہ قاری ان کی تحریر کو پڑھتے وقت مست ہو جاتا ہے۔ اردو نثری ادب میں منشی پریم چند کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

غبن :=

پریم چند نے 1931ء میں ایک ناول غبن کے نام سے لکھا عام لوگوں کی زندگی اور آزادی کے پہلے کے معاملات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ناول لکھی گئی۔

پریم چند کی ناول نگاری :-

پریم چند اردو کے عظیم ترین ناول نگار بھی ہیں۔ اور جدید اردو ناول کے بنیاد گزار بھی۔ انھوں نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز ناول نگاری سے کیا۔ ان کے خاص ناولوں میں۔ اسرارِ معابد، ہم خرما و ہم ثواب، جلوہ ایثار، بازارِ حسن، گوشہ عافیت، غبن، چوگان ہستی، پردہ مجاز، میدانِ عمل اور گئودان ہیں۔ جلوہ ایثار، بیوہ وغیرہ دورِ اول کی یادگار ہیں جب ان کے فن میں پختگی نہیں آئی تھی۔ بازارِ حسن میں شہری زندگی کے مسائل پیش ہوئے ہیں اور عصمت فروشی کو ملامت کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ ایک اصلاحی ناول ہے اس میں طوائفوں کو آخر میں گناہ سے توبہ کرتے دکھایا گیا ہے۔ گوشہ عافیت فنی نقطہ نظر سے کامیاب ناول ہے۔ اور محنت کشوں کے مسائل سے متعلق ہے۔ غبن ایک معاشرتی ناول ہے۔ جس میں متوسط گھرانوں کے بناؤ سنگھار اور گہنوں کے شوق کو طنز کا نشانہ بنایا گیا۔ چوگان ہستی کو پریم چند نے اپنا بہترین ناول کہا ہے۔ اس ناول میں انھوں نے اپنے عہد کے ملکی مسائل کو کامیابی سے پیش کیا ہے۔ اس ناول کا ہیرو سورداس گاندھی وادی ہے اور اہنسا سے ظلم کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ آخری جیت سچائی کی ہوگی۔ میدانِ عمل ایک کامیاب ناول ہے۔

اس ناول کا مرکزی کردار اور کا بنتا خدمت کے جذبے
سے سرشار ہے۔ وہ اچھوتوں کی بستی کو اپنے عمل کا
میدان بناتا ہے۔

غبن :-

پریم چند نے 'غبن' ناول 1931ء میں
لکھا تھا۔ جو بہت مشہور ہوا۔ یہ ناول ہندوستان کے
عام طبقے کی زندگی کا مرقع ہے اور پریم چند کی فنی
تکمیل کا بہترین نمونہ ہے۔ اس کی کہانی متوسط طبقہ
کے نوجوان رما ناتھ کے ارد گرد گھومتی ہے جو اپنی
آمدنی سے زیادہ خرچ کر بیٹھتا ہے اور پوری طرح قرض
میں ڈوبا جاتا ہے۔ ناول میں ایک کردار جالپا ہے
جو بچپن سے زیورات کی شوقین ہے۔ اور اس نے
بچپن سے کھلونے کی بجائے زیورات ہی دیکھے ہیں۔
جالپا کے والد منشی دین دیال نے جالپا کی شادی
رما ناتھ سے کی اور رما ناتھ متوسط طبقہ کا ہونے کے
باوجود جالپا کے لیے ویسے ہی زیورات لانے کی
کوشش کرتا ہے جیسے بڑے بڑے گھرانوں میں پہنے جاتے ہیں۔
زیادہ پیسے کمانے کی غرض سے اوپری کمائی میں بھی
دلچسپی لینے لگتا ہے اور دھیرے دھیرے مقروض ہوتا
چلا جاتا ہے۔ اور پریشانیوں میں مبتلا ہو کر گھر سے
فرار ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح وہ دیگر مسائل کا سامنا
کرتا ہے۔ کورٹ کچہری اور پولیس کے چکروں میں پھنس
جاتا ہے۔ اور اس طرح پریم چند نے ظاہر کیا کہ شوہروں
پر بیویوں کے کیا اثرات ہوتے ہیں۔ عورتوں کا
زیورات سے لگاؤ اور پولیس کے کردار کو بھی
بے باکی سے پیش کیا۔ اس ناول میں زندگی کی
اصلیت کی گہرائی سے مطالعہ کیا گیا ہے یہ ناول

اور ایک چھوٹی سی پریشانی کس طرح ایک عظیم مسئلہ کا باعث بن جاتی ہے۔ اس بات پر روشنی ڈالی ہے۔ معیار سے زیادہ رہنے کی کوشش میں حد سے زیادہ خرچ کرنا۔ قرض لینا اور پھر مشکلوں میں الجھ جانا۔ ایک عام انسان کی کہانی ہے۔ اسی طرح پریم چند کا یہ ناول ایک معاشرتی ناول ہے جس میں متوسط گھرانوں کے بناؤ سنگھار اور گہنوں کے شوق کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

پریم چند اپنے کرداروں کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ، حقیقی اور متحرک معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ انہیں دیہات اور شہر دونوں کی زندگی سے گہری واقفیت رہی ہے اس لیے انھوں نے اپنے ناولوں میں ہندوستانی زندگی کے سیاسی سماجی اور معاشی ہر گوشے کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔

پریم چند وہ پہلے ناول نگار ہیں جنھوں نے ہندوستان کے ملک گیر مسائل بالخصوص ہندوستانی دیہات کے رہنے والے انسانوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ اردو ناول نگاری کو تصوراتی موضوعات کی جگہ زندگی کے زندہ مسائل کا ترجمان بنایا۔

پریم چند کے کردار تخیل کی دنیا کے نہ ہو کر حقیقی زندگی کے جیتے جاگتے کردار ہیں۔ انھوں نے اس طبقے کے افراد کی نفسیات کا گہرا مشاہدہ کیا تھا۔ لہٰذا انھوں نے ان کرداروں کی جو تصویریں پیش کی ہیں وہ سچی اور حقیقت سے قریب تر ہیں۔ امیر، غریب، مہاجن، وکیل، کسان، پٹواری اور زمیندار کی جو تصویریں جو پریم چند نے پیش کی ہیں وہ ان کے گہرے مشاہدے اور حقیقت پسندی کا نمونہ ہیں۔

Principal
Yashoda Girls Arts & Commerce
College, Sneh Nagar, Nagpur-15

Yashoda Girls' Arts & Commerce College, Nagpur

Department of Urdu Literature

Assignment

Session: 2021 – 2022

YASHODHA GIRLS ARTS & COMMERCE COLLEGE

Sneh Nagar, Nagpur

Semester 5 2021-22 Assignment 3

Name : Gulafshan Zahra

Topic : Allama Iqbal

Subject : Urdu Literature

Roll No.:

Group :

Class : B.A (Final year)

Date :

Sub. Teacher : Dr. Sameera Momin.

Principal Sign. :

Principal
Yashodha Girls Arts & Commerce College, Sneh Nagar, Nagpur-15

SEAL

علامہ اقبال

پیدائش :-

اقبال کے بزرگ سپرو برہمن تھے اور کشمیر ان کا وطن تھا۔ قبول اسلام کے بعد ان کا خاندان ترک وطن کرکے سیالکوٹ میں آباد ہوگیا اور ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو محمد اقبال کی ولادت ہوئی۔ ان کے دادا کا نام شیخ عطا محمد تھا۔ ان کے والد کا نام شیخ نور محمد تھا اور ماں کا نام امام بی بی تھا۔ یہ دونوں بہت زیادہ تعلیم یافتہ تو نہیں تھے مگر انھوں نے اپنے بیٹے کی تربیت پر بہت توجہ دی۔ گھر کا ماحول مذہبی تھا شاید اسی لیے اقبال کلام پاک کی تلاوت کے بہت شوقین تھے اور بڑی خوش الحانی سے تلاوت کیا کرتے تھے۔

تعلیم :-

اقبال کی عمر چار سال چار مہینے کی ہوگئی تو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے انھیں مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ شیخ نور محمد کے ایک دوست جو شاہ صاحب کہلاتے تھے اور جن کا نام سید میر حسن تھا انھوں نے مشورہ دیا کہ اقبال کی تعلیم صرف درس قرآن تک محدود نہیں رہنی چاہیے تو یہ کام شاہ صاحب کو ہی سونپ دیا گیا۔ اب وہ اردو فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

SEAL
Amar KRISH

آٹھ یا نو برس کی عمر میں اقبال اسکاچ مشن اسکول میں داخل کر دیے گئے۔ شاہ صاحب بھی اس اسکول سے وابستہ ہوگئے تھے۔ ان کی رہنمائی حاصل رہی اور ان کی صحبت میں اقبال میں شعری ذوق پیدا ہوگیا۔ انھوں نے ۱۸۹۱ء میں مڈل اور ۱۸۹۳ء میں امتیازی نمبرات کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ یہیں سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد بی۔ اے کی ڈگری کے لیے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا۔ اس کالج سے بی۔ اے کرنے کے بعد انھوں نے فلسفے میں ایم۔ اے کیا تعلیم کے دوران انھیں فلسفے کے پروفیسر مسٹر آرنلڈ سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

اقبال نے کم عمری میں ہی یعنی میٹرک کرنے سے پہلے روایتی انداز سے شاعری شروع کر دی تھی۔ انھوں نے داغ کی باقاعدہ شاگردی اختیار کی مگر جلد ہی نئے انداز سے شاعری کی طرف مائل ہو گئے۔ انجمن حمایت الاسلام کے بڑے بڑے جلسوں میں نظمیں پڑھنے لگے تو ان کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ ۱۹۰۵ء میں انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان جانا پڑا۔ ۱۹۰۸ء میں واپس آئے تو وہ بالکل بدلے ہوئے تھے۔ ان کی شاعری مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے وقف تھی۔

اقبال نے اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج میں ملازمت کی اس کے بعد وکالت شروع کی۔ وکالت میں وہ بہت کامیاب نہیں ہوئے۔ حکومت برطانیہ نے ۱۹۲۲ء میں سر کا خطاب دیا۔

اقبال نے تین شادیاں کیں مگر ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہیں رہی اور سبب یہ کہ ان کی مالی حالت اچھی نہیں رہی۔

SEAL
Amar KRISH

وفات :-

۱۰ جنوری ۱۹۳۴ء کو اقبال کو نزلہ ہوا۔ جو انفلنزا میں تبدیل ہو گیا۔ پھر آواز بیٹھ گئی۔ دل کا عارضہ بھی ہو گیا۔ مرض بڑھتا گیا۔ صحت خراب ہوتی گئی آخر کار ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال ہو گیا اور لاہور کی سرزمین پر آرام فرما ہیں۔

اقبال میں خوبیاں :-

اقبال ہماری زبان کے فلسفی شاعر تھے۔ انھوں نے فلسفے میں ملت اسلام کے درد کی دوا کی۔ وہ مسلمانوں کو ذلت سے نکالنا چاہتے تھے۔ ان کی بربادی کے اسباب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بے عملی کا شکار ہیں اور ترک دنیا کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یہ تعلیم انھیں فلسفہ وحدت الوجود نے دی تھی۔ اقبال نے اس کا ازالہ کرنے کے لیے فلسفہ خودی پیش کیا۔ خودی کا مفہوم ہے خود شناسی اور خود آگہی۔ یعنی اپنی پوشیدہ صلاحیتوں کا پتہ لگانا اور انھیں نکھارنا۔

جب انسان کو اپنی صلاحیتوں کا علم ہو جائے تو ضرورت ہے کہ وہ انھیں مستحکم کرے۔ استحکام خودی کے لیے سب سے اہم چیز ہے عشق یعنی کسی مقصد کو حاصل کرنے کی ایسی لگن جیسی عشق کے جذبے میں ہوتی ہے۔ استحکام خودی کے لیے دوسری ضروری شئے ہے جہد و عمل یعنی اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل کوشش۔ یہ بھی ضروری ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ دھرے تقدیر کے بھروسے نہ بیٹھا رہے۔ اسی طرح یہ بھی

ضروری ہے کہ وہ مایوس نہ ہو اور پر امید رہے۔ فقر و
استغنا سے بھی استحکام خودی میں مدد ملتی ہے۔ استحکام خودی کی
آخری اور سب سے اہم تدبیر یہ ہے کہ مرشد کامل کی پیروی کی
جائے۔

خودی کی تکمیل سے انسان مردِ کامل ہو جاتا ہے۔ اس میں
صفاتِ الٰہیہ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس منزل پر پہنچ جاتا
ہے کہ "ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ" اس کے آگے بے خودی
کی منزل ہے جہاں فرد کی خودی ملت کی خودی میں ضم
ہو جاتی ہے۔ یہی خودی کی آخری منزل ہے۔

اقبال پیامی شاعر ہیں لیکن اس حقیقت سے بخوبی واقف
ہیں کہ اگر طرزِ اظہار میں دلکشی نہ ہو تو فلسفہ و پیغام کی طرف
کوئی متوجہ ہوتا ہی نہیں۔ انھوں نے تمام شعری وسائل کا سہارا
لیا اور سامعین و قارئین کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایک تو وہ
اپنے پیغام کو کسی اہم ہستی کی زبان سے ادا کر کے زیادہ پر
اثر بنا دیتے ہیں۔ کبھی خضر کی زبان استعمال کرتے ہیں تو کبھی
جبرئیل کی۔ کبھی لینن کی تو کبھی سرسید کی۔ مصوری یا پیکر
تراشی بھی ان کی نہایت پسندیدہ تدبیر ہے ان کا سارا کلام
خوبصورت تصویروں کی آرٹ گیلری ہے۔ پیکر تراشی میں
استعارہ و تشبیہ سے بہت مدد ملتی ہے اور اقبال کو ان
دونوں کے استعمال کا بہت سلیقہ ہے۔

شعر کے لیے نغمگی بہت ضروری ہے اور اقبال
کے کلام میں ترنم بہت زیادہ ہے۔ موسیقی سے ان کی طبیعت
کو بہت مناسبت ہے۔ وہ بحروں کا انتخاب بھی بہت

SEAL

سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ لفظوں کے انتخاب میں بھی وہ بڑی ہنر مندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسی لیے ان کی غزلوں اور نظموں کو بڑی خوش آہنگی کے ساتھ گایا جا سکتا ہے۔

ایک اور شئے جس سے شعر کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے صنائع کا ہنر مندانہ استعمال ہے۔ اقبال نے مختلف صنعتوں کو بڑے سلیقے کے ساتھ برتا ہے۔ سب سے زیادہ استعمال انھوں نے صنعتِ تلمیح کا کیا ہے۔

اقبال نے بار بار کہا ہے کہ وہ شاعر پہلے ہیں، فلسفی اور پیغامبر نہیں اس لیے ان کا فلسفہ و پیغام عام توجہ کا مرکز بنا رہا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ شاعر پہلے ہیں فلسفی و پیغامبر بعد کو۔ ان کے کلام کی خوبی فصاحت و بلاغت ہے خود کلام ہے فصاحت و بلاغت کیا چیز ہے اس سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لئے ان کے اشعار میں فصاحت کی خوبی تمام تر ہے اور کہیں ایسا نہیں ہوتا کہ وہ اس سے گر جاتے حقیقت ان کی شاعری محور ہے ترنم اور مصوری کا اتنا حسین امتزاج کم ملے گا۔ جیسا کہ اقبال کی شاعری میں دکھائی دیتا ہے۔

SEAL

Amar KRISH

Page No.______ Date__/__/__

اقبال کی نظم نگاری

اقبال سے پہلے محمد حسین آزاد اور حالی نے نیچرل شاعری کی بنیاد ڈالی تھی اور انجمن پنجاب نے اردو نظم کو ایک نئی روایت سے آشنا کیا تھا۔ نظم نگاری اقبال کی مزاج کے عین مطابق بھی تھی اور ان کی ضرورت بھی۔ اقبال نے اپنے فلسفہ حیات کی تبلیغ کے لئے اس صنف کا انتخاب اور انفرادیت تسلیم کروائی۔ بقول حامد کاشمیری، جس نظم ساخت کی روایت سے پاسداری نے درجنوں نظم نگاری کو اوسط درجے سے اوپر اٹھنے دیا۔ اس کی تکمیل آورش سے بلندیوں کو چھونے میں کامیاب ہو گئے۔

اقبال کی نظمیں ان کی شخصیت اور ان کی فکر کے داخلی نظام کی پوری عکاسی کرتی ہیں۔ عظمت انسان اور خودی کا تصور، زندگی کے لیے حرکت و عمل، ذات باری اور تصوف کے نظریات، روحانیت، احیا پرستی، اخلاقیات، وطنیت و سیاسیات اور ملت، حسن اور فن کی تخلیق، تصورات عورت کے حقوق اور سائنس جیسے ہمہ گیر اور متنوع موضوعات ان کے شعری کائنات کے ماہ و انجم ہیں۔ اقبال کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے اردو نظم کو خارجی تصویر کشی سے الگ ہٹا کر حسن کے اعلیٰ ترین جذبوں کا ترجمان بنایا یعنی ناظر

SEAL

Amar KRISH

Page No.______ Date___/___/___

اور منظور کے درمیان اس وجدانی رشتے کو قائم کرنے کی سعی کی۔ جسے عشق کہتے ہیں۔ اقبال اپنی نظموں میں بیرونی باطنی حسن تک اور پھر اس حسن کے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اقبال کی نظم نگاری ان کی غزل گوئی کی طرح ایک مسلسل فکری عمل ہے اور یہ اقبال کے فکری ارتقاء کے ساتھ پروان چڑھتی ہے ابتدائی نظموں پر حب الوطنی کا جذبہ طاری ہے اور بعد کی نظمیں ان کے فلسفہ حیات اور پیغام انسانیت کی ترجمان ہیں۔

اقبال کی بیشتر نظمیں مسدس مثنوی اور مخمس کے فارم میں لکھی گئی ہیں انہی پیغام حیات کی حصولیابی کے لئے اقبال نے ایک ایسا اسلوب اختیار کیا جس میں تشبیہات تمثیل اور تلمیحات استعارے کی صورت اختیار کر لیتی ہے انھوں نے اپنی نظموں میں بالعموم ایسی بحروں کا استعمال کیا جن میں نغمگی اور موسیقی کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور موسیقی کا عنصر موجود تھا۔ اقبال نے اس غنائی کیفیت کو برقرار رکھنے کے لیے ایک مخصوص صوتیاتی آہنگ کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا۔

اقبال کی نظموں کی ایک ~~خوبی~~ خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے اشعار کی طرح اپنا ایک الگ وجود بھی رکھتے ہیں۔

SEAL

Amar KRISH

Page No.______ Date__/__/__

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اردو نظم نگاری میں اقبال کے اس اجتہاد کو ہمالہ ابر کوہ سار حقیقت حسن ساقی نامہ شکوہ جواب شکوہ والدہ مرحومہ کی یاد میں خضر راہ طلوع اسلام شمع اور شاعر ذوق و شوق مسجد قرطبہ، ایک شام تنہائی، لالہ صحرا کے علاوہ ان کی بیشتر نظموں میں دیکھا جا سکتا ہے اقبال نے اردو نظم کی نگاری پر کیا اثرات مرتب کئے اس سے بحث کرتے ہوئے ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں ” اقبال اردو نظم کے اولین علمبردار ثابت ہوئے ہیں اور انھوں نے مستقبل پر اس قدر گہرا اثر ڈالا کہ رومانی اور داخلی تحریکوں نے اقبال کی نظم سے زیادہ اثرات قبول کئے اور نئی شاعری کو فروغ دیا۔

اس طرح اقبال کی نظمیں اردو شاعری میں اس فکری و فنی خصوصیات کی وجہ سے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں درد و گداز سے لبریز شخصیت کا ایسا فنکارانہ اظہار ہے جس نے اردو شاعری میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اردو شاعری کو تنگنائے غزل سے نکال کر اسمیں اظہار و ابلاغ کے نئے نئے امکانات پیدا کیے اور اسمیں اتنی معنوی وسعت اور ہمہ گیری پیدا کی کہ آج کسی بھی خیال کے اظہار کے لیے اردو شاعری میں تنگ دامانی کی شکایت کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

SEAL

Principal
Yashoda Girls Arts & Commerce College, Sneh Nagar, Nagpur-15